خصوصی حیثیت کے دعوے دار ہو گئے۔ و گرنہ خدا نے تو کسی شخص کو نہ اس سے مستثنیٰ قرار دیا اور نہ اس طرح کی کسی کوشش کو کبھی جائز قرار دیا، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے قرآن میں یہود کے ان مزعومات کا ہزار طریقوں سے جواب دیا۔ لہٰذا، ہم مسلمانوں کے لیے یہی زیبا ہے کہ ہم اس اصول کو جی جان سے مانیں۔ اسے بے کم و کاست اور من و عن قبول کریں اور اس میں رتی بھر کسی تبدیلی کے روادار نہ ہوں۔ اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم اس اصولِ انصاف کے مؤید اور داعی بنا کر کھڑے کیے گئے ہیں، نہ کہ مخالف اور اسے بے اثر کر دینے والے بنا کر۔

امرأة نوح

(۳)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بعض پیغمبروں نے جب لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دی تو اُن کی اپنی بیویوں نے بھی کہ جن پر انسان کو سب سے زیادہ اعتماد ہوا کرتا ہے، اُن سے حد درجہ بے وفائی کی اور معاون ہونے کے بجائے اس دعوت کے مخالفین کا ساتھ دینے پر اصرار کیا۔ نبوت کی تاریخ میں اس کی ایک سے زائد مثالیں موجود ہیں، جیسا کہ نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کے اس طرز کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ. (التحریم ۶۶: ۱۰)

”اللہ منکروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے۔ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے گھر میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے شوہروں سے بے وفائی کی تو اللہ کے مقابلے میں وہ ان کے کچھ کام نہ آ سکے اور دونوں کو حکم ہوا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی آگ میں چلی جاؤ۔“

یہاں ’فَخَانَتٰهُمَا‘، یعنی بے وفائی کے الفاظ آئے ہیں اور اس سے مراد اُن عورتوں کی طرف سے سرزد ہونے والا کفر ہے اور یہ اس آیت کا سیدھا اور صاف مطلب ہے۔ بعض حضرات نے اس کا ایک اور ہی مطلب پیش کیا ہے۔ ان کے بقول یہاں جس بے وفائی کا ذکر ہوا ہے، اس سے مراد بدکاری ہے کہ ’خیانت‘ کا لفظ

جب مرد و عورت کے حوالے سے آتا ہے تو عربی زبان میں اس کا عام مستعمل معنی یہی ہے۔ ہم عرض کریں گے کہ انھوں نے جس مقصد سے اس مطلب کو پیش کیا ہے، افسوس یہ کہ وہ ان کی اس کوشش سے بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے پیش نظر تو اس بات کا اثبات ہے کہ طوفان نوح میں غرق ہونے والا شخص حضرت نوح کا حقیقی بیٹا نہیں تھا، مگر یہ اس کی دلیل میں بتا رہے ہیں کہ اُن کی بیوی بد چلن تھی اور بدکاری کی مرتکب ہوئی تھی۔ ایک ادنیٰ درجے کی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی یہ جان سکتا ہے کہ ان دو باتوں میں ایسا کوئی لزوم نہیں ہے کہ ایک بات کو مان لینے کے بعد دوسری آپ سے آپ لازم ہو جائے، یعنی اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ عورت بد چلن تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ مذکورہ شخص حضرت نوح کا بیٹا نہیں تھا۔ اس کے لیے تو انھیں الگ سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ شخص اُسی عورت کا جنا ہوا بیٹا تھا اور مزید یہ کہ وہ کسی جائز تعلق کا نہیں، بلکہ اُس کے برے عمل کا نتیجہ تھا۔ بہر حال، استدلال کے کسی فائدے سے قطع نظر، انھوں نے اس آیت کو چونکہ اپنے مطلب کی دلیل قرار دے لیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ طالب علموں کے فائدے کے لیے اس کی درست تفہیم کو پیش کر دیا جائے۔ مگر اس سے پہلے لازم ہے کہ چند باتیں اچھی طرح سے سمجھ لی جائیں: ایک یہ کہ خیانت کا مطلب کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ عربی زبان میں کیا واقعتاً یہ اپنا کوئی عام مستعمل معنی رکھتا ہے؟

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خیانت

یہ لفظ اصل میں امانت کے مقابلے میں آتا اور امین بنا دینے کے بعد کسی شخص پر جو اعتماد پیدا ہو جاتا ہے، اُس کے مجروح ہونے پر یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اسی معنی میں ارشاد فرمایا ہے:

ذٰلِكَ لِيَعۡلَمَ اَنِّيۡ لَمۡ اَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ. (یوسف ۱۲: ۵۲)

”اس سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز یہ جان لے کہ میں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی۔“

اس معنی کے لحاظ سے اس لفظ کے کئی اور استعمالات بھی ہو گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، کسی شخص کو امین اگر عہد کے بارے میں بنایا گیا ہو اور اُس نے توقعات کے برعکس اس کی خلاف ورزی کی ہو تو اس بدعہدی کے لیے بھی اسے استعمال کر لیا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا ہے:

وَاِنۡ يُّرِيۡدُوۡا خِيَانَتَكَ فَقَدۡ خَانُوا اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ. (الانفال ۸: ۷۱)

”اور اگر یہ تمھارے ساتھ بدعہدی کرنا چاہتے ہیں تو ان سے بعید نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے

پہلے انھوں نے خدا سے بد عہدی کی ہے۔''

اسی طرح اس کا استعمال اُس شخص کی بے وفائی کے لیے بھی ہوا ہے جسے اطاعت کے کسی عہد پر امین بنایا جائے اور وہ اُس کا حق ادا کرنے سے انکار کر دے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ.(الانفال ۸: ۲۷)	''ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے بے وفائی نہ کرو۔''

شوہر کے لیے اُس کی بیوی بھی محبت و رفاقت اور اطاعت و فرماں برداری کے عہد میں بندھی ہوتی اور اس اعتبار سے ان معاملات میں امین ہوتی ہے، اس لیے وہ کسی بے وفائی کی مرتکب ہو تو اس کے لیے بھی یہی لفظ 'خیانت' برت لیا جاتا ہے۔ اب اُس کی یہ بے وفائی جس طرح شوہر کی بات نہ ماننے اور اُس کا ساتھ نہ نبھانے کی صورت میں ہو سکتی ہے، اسی طرح محبت و رفاقت کے تعلقات کسی اور سے استوار کرنے میں بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان میں سے پہلی کی مثال اُس روایت میں موجود ہے جس میں حوا کے لیے اس لفظ کو حضرت آدم کی بات نہ ماننے پر لایا گیا ہے:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ولولا حوا لم تخن انثى زوجها الدهر. (بخاری، رقم ۳۳۹۹)	''اگر حوا آدم سے خیانت نہ کرتی تو کوئی عورت اپنے شوہر سے کبھی خیانت نہ کرتی۔''

دوسری کی مثال اس روایت میں ہے جس میں کسی غیر سے تعلق بنانے پر اسے لایا گیا ہے:

وامرأة غاب زوجها وقد كفاها مونة الدنيا فخانته بعده. (ابن حبان، رقم ۴۵۵۹)	''آخرت میں اُس عورت کی کچھ پروا نہ کی جائے گی جس کا شوہر کہیں چلا جائے اور اس کے باوجود کہ اُس نے تمام ضروریات زندگی اسے فراہم کر رکھی تھیں، وہ اُس کی غیر موجودگی میں اُس سے خیانت کرے۔''

غرض یہ ہے کہ خیانت کے تمام اطلاقات میں اس کے اصل معنی ہی کا لحاظ ہوتا ہے، یعنی کسی کو امین بنایا جائے اور وہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے۔ دیکھنا صرف یہ ہوتا ہے کہ اُس کی طرف سے یہ ٹھیس کس امر میں اور کس لحاظ سے پہنچائی گئی ہے۔

مستعمل معنی

بعض اوقات کوئی لفظ اپنے بہت سے اطلاقات میں سے کسی ایک میں اس قدر عام ہو جاتا ہے کہ مطلق استعمال میں بھی اس سے عام طور پر وہی مراد لیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کی ایک مثال 'فسق' کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب ''کسی شے سے باہر نکلنا'' ہے اور اس لحاظ سے یہ پکی ہوئی کھجور کے اپنے چھلکے اور چوہیا کے اپنے بل سے باہر نکل آنے پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دین کے عرف میں یہ خدا کے حکم سے باہر نکل جانے کے لیے اتنا زیادہ استعمال ہوا ہے کہ اب اس سے بالعموم یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ اسے عام مستعمل معنی کہا جاتا ہے اور اس کے متعلق دو بنیادی چیزیں تو سب اہل علم جانتے ہیں: ایک یہ کہ اس طرح کے معانی کو واضح کرنے کے لیے کسی قرینہ کو لانے کی ضرورت بالکل نہیں ہوتی، بلکہ یہ لفظ کے مطلق استعمال میں بھی ہر طرح سے واضح ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ماہرین لغت انھیں اپنی کتابوں میں بیان کرنے کا خصوصی طور پر اہتمام بھی کرتے ہیں، جیسا کہ عربی کے ہر معتبر لغات میں دیکھ لیا جا سکتا ہے کہ 'فسق' کا اصل مطلب لکھ دینے کے بعد اس کا مستعمل معنی بھی الگ سے بیان کیا گیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ 'خیانت' کا لفظ بھی کیا اپنا مستعمل معنی رکھتا ہے کہ وہ جب بھی مرد و عورت کے رشتے میں آئے گا تو اس سے مراد کسی غیر کے ساتھ جنسی تعلقات کو بنانا ہو گا؟ اس پر ہم عرض کریں گے کہ اس لفظ کے جدید استعمالات میں تو ایسا ہی ہے اور ان حضرات کو اصل میں یہیں سے اس کا دھوکا بھی ہو گیا ہے، وگرنہ قدیم عربی مصادر میں اس لفظ سے جب بھی یہ معنی مراد لیے جاتے ہیں تو اس کی وجہ اس کا مطلق استعمال نہیں، بلکہ اس کے ساتھ آنے والے قرائن ہوا کرتے ہیں۔ ہماری اس بات کی دلیل میں اوپر صحیح بخاری اور ابن حبان کے حوالے سے دی گئی روایات دیکھ لی جا سکتی ہیں جن میں یہ لفظ مرد و عورت کے رشتے میں آیا ہے، مگر ایک میں شوہر کی بات نہ ماننے اور دوسری روایت میں قرینہ آجانے کی وجہ سے بدکاری کرنے کے معنی میں چلا گیا ہے۔ بلکہ خود ان حضرات کی اپنی دی ہوئی مثالیں بھی اس کی واضح دلیل ہیں۔ ان سب میں بھی کسی مستعمل معنی کی وجہ سے نہیں، بلکہ کسی نہ کسی قرینے کی وجہ سے یہ خاص مفہوم پیدا ہوا ہے۔ مثلاً، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ کے بارے میں 'التي خانتك وفضحتني' کے الفاظ کہے اور اس سے اُن کی مراد یہی معنی تھا تو اس کا قرینہ اصل میں افک کا وہ واقعہ ہے جس کے ذیل میں سیدنا صدیق کی طرف سے ان لفظوں کا صدور ہوا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

'وامرأة غاب زوجها وقد كفاها مونة الدنیا فخانته بعده'،اس روایت میں بھی شوہر کے لیے غیبت اور موقع خیانت کے لیے آنے والے 'بعدہ' کے الفاظ ہیں کہ جنھوں نے مل کر اس خاص مفہوم کی یہاں تقریب پیدا کر دی ہے۔اسی طرح کا معاملہ ان کی طرف سے پیش کیے جانے والے شعر کا بھی ہے: 'خانت به أمه أباه --- فعینه عینها الخوون'،اس میں بھی دراصل 'بہ' کا مرجع، یعنی اُس عورت کے حمل کا ذکر ہے کہ جو اس خاص معنی کو مراد لینے کی وجہ ہو گیا ہے۔ غرض یہ کہ اس معنی کے لیے کسی نہ کسی قرینے کی بہر حال ضرورت ہونا،اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ عربی زبان میں مستعمل معنی کے طور پر ہر گز رائج نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ اگر یہ حقیقت بھی ملا لی جائے تو ہماری یہ بات اور بھی زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے کہ عربی زبان کا ہر اچھا لغت اس ''مستعمل معنی'' سے یک سر خالی ہے اور کسی بھی صاحب لغات نے اسے الگ سے ثبت نہیں کیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جہاں تک ان حضرات نے اردو انگریزی کی مثالیں دے کر اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہا ہے تو اس کی حقیقت بھی جان لینی چاہیے۔انھوں نے 'خیانت' کے لفظ کو سمجھاتے ہوئے اردو کے ''پینا'' اور انگریزی زبان کے لفظ 'cheating' کی مثال دی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ''پینا'' کا لفظ جب اپنے ایک خاص عرف میں آئے تو اس سے مراد ''شراب پینا'' ہوتا اور cheating کا مطلب کسی غیر سے جنسی تعلقات استوار کرنا ہوتا ہے، مگر یہ الفاظ اگر ان مستعمل معنی میں رائج ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ اہل زبان نے انھیں باقاعدہ بیان کیا ہے، اور جو شخص چاہے ان زبانوں کے لغات کی مراجعت کر کے ان میں یہ معانی ثبت کیے ہوئے دیکھ بھی لے سکتا ہے۔اس کے مقابلے میں خیانت کا معاملہ، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔تاہم، اگر دوسری زبانوں ہی سے مثالیں دے کر سمجھانا ضروری ہو تو ہم عرض کریں گے کہ اردو میں خیانت کی صحیح مثال ''بے وفائی'' اور انگریزی میں unfaithfulness کا لفظ ہے۔ یہ خیانت کے ہر طرح سے متبادل ہیں اور اسی کی طرح کسی خاص معنی میں مستعمل نہیں ہیں، بلکہ یہ شوہر کی بات نہ ماننے، اُس کا ساتھ نہ نبھانے، اُسے اکیلا چھوڑ جانے اور کسی غیر سے راہ و رسم بڑھانے، ان سب معانی میں آتے ہیں اور اس کے بعد مذکور قرائن ہوتے ہیں جو ان کے مرادی معنی کی تعیین کرتے ہیں۔

'خیانت' کے لفظ کی اس تحقیق کے بعد اب ہم زیر بحث آیت کو آسانی سے سمجھ لے سکتے ہیں:

آیت کی تفہیم

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ. (التحریم ۶۶: ۱۰)

’’اللہ منکروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے۔ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے گھر میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے شوہروں سے بے وفائی کی تو اللہ کے مقابلے میں وہ ان کے کچھ کام نہ آ سکے اور دونوں کو حکم ہوا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی آگ میں چلی جاؤ۔‘‘

اس آیت میں ’خیانت‘ کا لفظ ’’بے وفائی‘‘ کے معنی میں ہے اور حضرات نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کی طرف سے اُن کے باہمی اعتماد کو مجروح کرنے پر آیا ہے[۲۰]۔ اس اعتماد کو مجروح کرنے کی وجہ بد چلنی تو بہر صورت نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے جس درجے کا قرینہ چاہیے وہ پوری آیت اور اس کے سیاق و سباق میں کہیں دور تک بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی شخص کے ذہن میں اپنے دعوے کو سچ کر دکھانے کی دھن یا نبیوں کے ازواج کے بارے میں گم راہ فرقوں کی گھڑی ہوئی خرافات نہ ہوں تو ہم عرض کریں کہ اس معنی کا یہاں سوچ میں آ جانا بھی امر محال ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ وجہ پھر آخر کیا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کی وجہ ان عورتوں کی طرف سے سرزد ہونے والا کفر ہے، اور ذیل کے قرائن ہماری اس بات کی واضح دلیل ہیں:

ایک یہ کہ پچھلی آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کفار اور منافقین پر سختی کریں اور انھیں بتا دیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ منکرین کے دو گروہ تھے جن میں سے اول اپنی بد عہدیوں اور دوسرے اطاعت و فرماں برداری کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے پکے خائن تھے۔ چنانچہ انھیں سمجھانے کے لیے بھی ایک کے بجائے دو عورتوں کی خیانت کی مثال دی ہے، اور اس طرح بتا دیا ہے کہ ان میں سے پہلی نے صریح

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

۲۰۔ بلکہ ’امرأة نوح‘ اور ’امرأة لوط‘ کی ترکیب کے بعد ’كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ‘ کے جو الفاظ آئے ہیں، وہ بھی اصل میں اعتماد کے اسی مضمون کو مؤکد کرنے کے لیے آئے ہیں کہ وہ بیویاں ہونے کے ساتھ ساتھ ان بزرگوں کی تولیت میں بھی تھیں، اس لیے دوسروں کی نسبت ان سے ایمان لانے کی زیادہ توقع کی جاتی تھی۔

کفر اور دوسری نے منافقت کرتے ہوئے اپنے شوہر سے یہ خیانت کی ہے[21]۔

دوسرے یہ کہ اس آیت میں کفر کرنے والوں کو اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ انھیں خدا کے عذاب سے لازماً دوچار ہونا ہے اور اس ذیل میں بڑی سے بڑی نسبت بھی انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ چنانچہ اس رعایت سے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں سمجھانے کے لیے جو مثال دی جائے، اس میں کفر ہی کے جرم پر بتایا جائے کہ اُن سے پہلے نوح و لوط کی بیویوں نے جب اس کا ارتکاب کیا تو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آکر رہیں اور پیغمبروں کے ساتھ اُن کی نسبتیں اُنھیں کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں۔

تیسرے یہ کہ یہاں فرمایا ہے: 'وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ' (اور دونوں کو حکم ہوا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی آگ میں چلی جاؤ)۔ اس سیاق میں 'الدّٰخِلِيْنَ' سے مراد حضرات نوح اور لوط کا کفر کرنے والے ہیں اور اس کی مزید دلیل اس لفظ پر آنے والا الف لام بھی ہے۔ اب ظاہر ہے، ان کفر کرنے والوں کی معیت میں ان کی سزا میں داخل ہونا، اُسی وقت معقول اور عدل کے مطابق ہو سکتا ہے جب مان لیا جائے کہ یہ عورتیں بھی کفر کرنے والی ہیں اور اسی لیے کافروں کی معیت میں ان کی سزا میں داخل ہو جانے والی ہیں۔

چوتھے یہ کہ ان عورتوں کی خیانت پر جو سزا، جس طریقے سے اور جس طرح قیامت سے پہلے ہی سنا دی گئی ہے، قرآن کے رمز شناس جان سکتے ہیں کہ یہ محض کسی غیر اخلاقی حرکت کے ارتکاب پر سنائی ہوئی سزا ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لامحالہ، اس کی وجہ ان عورتوں کا کفر ہی ہے کہ اس انداز میں اتمام حجت کے بعد کفر کرنے والوں کا انجام بیان ہوا کرتا ہے، جیسا کہ پچھلی آیت میں 'وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ' کے الفاظ میں اس طرح کے لوگوں کا انجام بدبیان ہوا بھی ہے۔

۲۱۔ اس دوسری عورت کے منافق ہونے پر یہ دلیل بھی دی جا سکتی ہے کہ قرآن میں جب بھی حضرت لوط کے گھرانے کی نجات کا ذکر ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ انھیں خصوصی طور پر یہ بات بتائی جاتی ہے کہ اُن کی بیوی بہر صورت نجات پانے والوں میں سے نہیں ہے۔ ظاہر ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ درپردہ کفر، یعنی نفاق میں مبتلا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ نجات کے اس مرحلے میں حضرت لوط کو اس کے بارے میں اچھی طرح سے آگاہ کر دیا جائے (الشعراء ۲۶: ۱۶۹-۱۷۱۔ ہود ۱۱: ۸۱۔ النمل ۲۷: ۵۷)۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

غرض یہ کہ ان قرائن سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں خیانت سے مراد اصل میں ان عورتوں کا کفر ہے۔ سو اب سادہ لفظوں میں اس آیت کی تفہیم کچھ یوں بنتی ہے:

کفر کرنے والوں کو دو عورتوں کی مثال دی گئی ہے جو حضرات نوح اور لوط علیہما السلام کے عقد میں تھیں۔ یہ عقد چونکہ میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کے لیے امین بناتا اور اس طرح اُن کے درمیان میں ایک طرح کا اعتماد پیدا کر دیتا ہے، اس لیے اُن حضرات کو اپنی بیویوں سے بڑی امید تھی کہ وہ دعوت حق کو سبقت کرتے ہوئے قبول کریں گی اور اس کام میں اُن کی موید اور معاون بن کر رہیں گی۔ یہ امید اس لیے بھی بہت زیادہ تھی کہ وہ صرف خدا کے ان نیک بندوں کے عقد میں نہ تھیں، بلکہ ان کی تولیت میں اور ان کے زیر تربیت بھی تھیں۔ 'فَخَانَتٰهُمَا'، مگر انھوں نے اس سب کے باوجود ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی جب سچے دل سے ایمان لانے کے بجائے کفر کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ اپنے اس کفر کی وجہ سے وہ خدا کے عذاب کی گرفت میں آکر رہیں اور پیغمبروں کے ساتھ اُن کی نسبتیں بھی اُن کے کچھ کام نہ آسکیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آیت کی تفہیم کے بعد اب آخر میں خیانت کے استعمال پر ان حضرات کی طرف سے اٹھایا گیا ایک سوال بھی واضح ہو جانا چاہیے۔ انھوں نے کہا ہے کہ اگر ان عورتوں نے اپنے شوہروں کی توقعات کے برعکس کفر کیا اور اس طرح سے خیانت کی مرتکب ہوئیں تو فرعون کی بیوی نے بھی تو اپنے شوہر کی امیدوں کے برخلاف اسلام قبول کیا تھا تو وہ خیانت کی مرتکب کیوں نہیں ہوئی؟ اس پر ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ حضرات چاہیں تو اس لفظ کا استعمال اُس خاتون کے لیے بھی کر سکتے ہیں کہ پہلی کے مقابلے میں اس دوسری ''خیانت'' کا ارتکاب اُس کے لیے نہ صرف یہ کہ جائز، بلکہ فرض بھی تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے تقاضے اگر باہم مختلف ہو جائیں تو ترجیح بہر صورت خالق کے تقاضوں کو دی جاتی ہے، اور یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے اور قرآن میں بھی اس کے بہت سے مظاہر موجود ہیں۔ ایک جگہ بیان ہوا ہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم کو آپ سے بڑی امیدیں تھیں، مگر انھوں نے خدا کی دی ہوئی واضح فطرت اور اس کی طرف سے وحی آجانے کے بعد فرمایا کہ اب میں تمھاری امیدوں کو پورا کر کے اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کر سکتا[۲۲]۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں پلے بڑھے تھے، اس بات کو جتلاتے ہوئے اُن پر جب ناشکرے پن کا الزام لگایا گیا تو انھوں نے بھی اپنی دعوت پر یہی کہتے

۲۲۔ ہود ۱۱: ۶۲-۶۳۔

ہوئے اصرار کیا کہ مجھ پر میرے رب کا حکم آ چکا ہے[23]۔ بلکہ شروع دور میں ہر وہ شخص اس امر کا مرتکب ہوا جس کے والدین ابھی تک کافر تھے اور اُس نے ان کی توقعات کے برخلاف دین اسلام کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس سوال پر مزید عرض کریں کہ اس صورت میں ’خیانت‘ کے لفظ کا یہ اُسی طرح کا جائز لغوی استعمال ہو گا جس طرح ہم معبودان باطل کا انکار کرنے والے پر بھی ’کافر‘ کے لفظ کا استعمال کر لیں اور ایسا کر لینا بہر حال اس قدر ”عجیب“ نہیں ہو گا کہ آج کسی شخص کو تمسخرانہ انداز میں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت آن پڑے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۳۔ الشعراء ۲۶: ۱۸-۲۱۔